مولائے وسلم دائما ابدا | درسِ حدیث | علی حبیبک خیر الخلق کلہم

> حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس ؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔
> اللہ تعالیٰ حضرت اقدس ؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

حضرت حسن ؓ کی فضیلت۔ حضرت معاویہ ؓ جبر سے اِقتدار پر آئے مگر کام اچھے کیے
لڑائی کے بجائے مذاکرات۔ بے سوچے علمائے حق پر اِعتراض نہ کرنا چاہیے

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 53 سائیڈ B 15-11-1985)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرتِ آقائے نامدار ﷺ کے صحابۂ کرام ؓ میں حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں کہ جب حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ سے مصالحت ہوئی تو امیر المؤمنین رہے اور تقریبًا بیس سال اِسی طرح گزارے۔ ساری اِسلامی مملکت پر اِن کی حکمرانی رہی ہے۔ حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلافت پر آنا وہ تو ایک طرح جبر سے ہوا تھا۔ حکومت سے دستبردار ہونے کے لیے وہ تیار نہیں تھے، وہ اِس چیز سے پیچھے ہٹے ہی نہیں۔ وجہ اُس کی یہ ہے کہ وہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو کہتے تھے کہ جو قاتلینِ عثمان ہیں اُن سے اِنتقام لینا چاہیے تو میں آپ کے ساتھ ہو جاؤں گا ورنہ میں آپ کے ساتھ نہیں ہوں۔

تو میں نے یہ آپ کو پہلے بتایا ہے کہ قاتلینِ عثمان جنہوں نے اِرتکابِ قتل کیا تھا وہ تو وہیں اُسی وقت اُن کی شہادت کے بعد جو لڑائی ہوئی اُس میں مارے گئے تھے۔

قاتلوں کا گروہ مصری تھا، کوفہ بصرہ کے باغی اُس میں شامل نہ تھے :

اب جو اُن کے قاتلوں کا گروہ تھا وہ تو مصری تھا۔ باقی جو گروہ باغیوں کے کوفہ سے آئے تھے، بصرہ سے آئے تھے اُن میں سے کوئی آدمی قاتلین کے ساتھ نہیں تھا۔ جو قاتلین میں صرف اہلِ مصر تھے وہ ''فسطاط'' سے آئے تھے مرکز مصر میں فسطاط تھا اُن کا۔ تو جن لوگوں نے مارا تھا وہ مارے گئے، باقی جو اُن کا گروہ تھا اَب اُس سارے گروہ کو پکڑا جائے، مارا جائے وہ لمبا کام ہے اور ممکن العمل نہیں ہے۔ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے اِس بات کو نہیں مانا۔

گروہ کے باقی لوگوں کو قتل کرنا فساد ہوتا نا کہ قصاص :

اور پھر حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بالآخر اپنے دَور میں عملاً اِسی بات کے قائل ہوئے پھر حضرتِ طلحہ، حضرتِ زبیر، حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہم بھی اِسی بات کے قائل ہوئے کہ یہی ٹھیک بات ہے۔ اور سارے لوگوں کو مارنا یہ نیا فساد کھڑا کر دینا ہے، اِس سے فساد رَفع نہیں ہوگا، قصاص جو ہے وہ فساد کو رَفع کر دیتا ہے، قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ قصاص کے درجے میں نہیں رہتی بات بلکہ لڑائی چھیڑنے کے درجے میں ہو جاتی ہے یہ بہت مشکل کام ہے اور غلط ہے۔ تو کیا سب نے وہی ہے مگر بہت بعد میں۔ جب حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے تو اُن پر اِعتراض تھا مگر اُن کے بعد جو دَور آتا گیا تو وہ اِعتراض والی چیزیں خود بخود ہٹتی چلی گئیں۔ اور اَب کتابوں میں جو مسائل ہیں ائمہ کرامؒ کے پسند کردہ یا اِختیار کردہ وہ وہی ہیں جو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے تھے۔

ایک بات یہ ہے خاص سمجھنے کی کہ اِس سے پہلے میں یہ واقعہ ذکر کر دوں کہ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ اُن کی جگہ خلیفہ ہو گئے، لوگوں نے بیعت کر لی۔ پھر وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر چلے۔ جب وہاں پہنچے ہیں شام کے قریب تو یہ صفین جو ہے آج کل غالبًا عراق کا حصہ ہے، عراق اور شام کی یہ سرحد تھی، اُس جگہ جب پہنچے ہیں اَبھی شام نہیں پہنچنے پائے تھے، قریب پہنچے ہیں تو حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرتِ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو بہت زیرک اور نہایت صاحبِ بصیرت تھے، حضرتِ معاویہؓ کے ساتھی تھے، اُنہیں بھیجا کہ جا کر دیکھیں، لشکر کا اَنداز کریں، اُنہوں نے اَنداز کیا کہ بہت بڑا لشکر ہے اور یہ اُس وقت تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک اپنے ہم پلّہ لوگوں کو نہ ختم کر دے۔ ہم بھی اِتنا ہی بڑا

لشکر لے جائیں، پھر دو میں سے ایک جو ہے وہ غالب آئے گا اور بہت نقصان ہوگا جانی، آسانی سے غلبہ بھی نہیں ملے گا۔

حضرت معاویہؓ کا لڑائی سے اِجتناب کرتے ہوئے مذاکرات کو ترجیح دینا :

تو اِس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو صلح کرنی چاہتا ہوں لڑائی نہیں چاہتا۔ حضرتِ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ اگر لڑائی ہوئی تو غلبہ تو ہمارا ہی ہوگا، جیت ہمیں ہی ہوگی۔ وجہ اُس کی یہی تھی کہ اِن کا سرحد کا حصہ جو تھا جہاں لڑائی ہورہی تھی وہاں سپلائی لائن اِن کی بالکل متصل تھی اور حضرتِ حسنؓ کے لشکر کی دُور ہوجاتی تھی۔ تو اِن کے خیال میں یہ تھا کہ غلبہ ہمیں ہی ہوگا۔

اِجتناب بوجہ اِقتصادی مسائل :

حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دیکھو اَیْ عَمْرُو اِنْ قَتَلَ ھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ وَ ھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ فَمَنْ لِّیْ بِنِسَائِھِمْ وَمَنْ لِّیْ بِضَیْعَتِھِمْ اگر اِنہوں نے اُنہیں اور اُنہوں نے اِنہیں مار دیا، طرفین کے زیادہ لوگ مارے گئے تو اَب اُن کی عورتیں تو رہ جائیں گی، اُن کے بچے تو رہ جائیں گے، اُن کا کیسے ہوگا کام؟ مَنْ لِّیْ بِنِسَائِھِمْ وَمَنْ لِّیْ بِضَیْعَتِھِمْ ضَیْعَ یعنی بچے، تو اُنہوں نے کہا کہ پھر کیا کریں؟ حضرتِ معاویہؓ نے کہا کہ اُن سے پیش کش کی جائے، بات کی جائے اُن سے، جس چیز پر وہ راضی ہوں میں اُس پر صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تو اُنہوں نے سفید کاغذ بھیج دیا کہ جو وہ چاہیں، جن شرائط پر وہ چاہیں میں صلح کرلوں گا۔ تو وہاں کچھ نئے حضرات تھے جو بہت بڑے بڑے درجوں پر پہنچ چکے تھے جہاد کی اور اِسلام کی خدمت کی وجہ سے، اور وہ عرب کے قبائل کے بھی تھے جو قدیم قبائل تھے جو اِسلام میں داخل ہوئے شروع میں اُن قبائل کے دو حضرات [1] نے کہا کہ ہم جاتے ہیں بات کرتے ہیں۔ حضرتِ حسنؓ سے جب گفتگو ہوئی تو اِن سے اُنہوں نے کہا یہ کہ اگر وہ قائم نہ رہے اِس بات پر جو بات کررہے ہیں تو پھر کیا ہوگا؟ کون اِس کا ضامن ہوسکتا ہے؟ تو اِن دونوں نے کہا کہ ہم ضامن ہیں کہ وہ بات جو کریں گے پوری کریں گے۔ پھر حضرتِ حسنؓ سے انجامِ کار یہ ہوا کہ صلح ہوگئی اور اُنہوں نے کچھ علاقے اپنے رکھے ایسے کہ جن میں سے وہ آمدنی لیتے رہیں گے اُن علاقوں کی۔ [2]

---

[1] حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عامر بن کریزؓ بخاری شریف ص ۳۷۳ [2] بخاری شریف ص ۳۷۳

حدیث شریف میں یہ آتا ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ ایک دن خطبہ دے رہے تھے، آپ لوگوں سے بات کرتے تھے کبھی اور کبھی اِنہیں دیکھتے تھے حضرتِ حسنؓ کو۔ تو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ میرا بیٹا اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ یہ میرا بیٹا سردار ہے یا سردار ہوگا وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ شاید ایسے ہو کہ اللہ تعالیٰ اِن کی وجہ سے یا اِن کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جو فضیلت بیان کی وہ حضرتِ حسنؓ کی بیان کی اِس معاملے میں۔ تو یہ ۴۰ھ، ۴۱ھ کی بات بن گئی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے کوئی تیس اکتیس سال بعد یہ بات ظہور میں آرہی ہے کہ حضرتِ حسنؓ سے وہ بات کر رہے ہیں۔ حضرتِ حسنؓ تیار ہوگئے صلح پر اور اَنداز کرلیا تھا اُنہوں نے کہ یہ حکومت چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ یعنی وہ شرط اگر یہ کرتے کہ حکومت سے تم بھی اَلگ ہوجاؤ میں بھی اَلگ ہوجاؤں تو حضرتِ معاویہؓ نہ مانتے اِس بات کو۔ اُنہوں نے یہ کیا کہ اپنے آپ حکومت سے دستبردار ہونا منظور کرلیا، شرائط کرلیں کہ آپ اپنی زندگی میں رہیں گے بعد میں میں ہوں گا وغیرہ، جو بھی چیز ہوئی لیکن اُنہوں نے خود کو حکومت سے دست کش کر لینا گوارا کرلیا یہ بہت مشکل کام ہے کہ کوئی آدمی حکمران ہوجائے، قوت ملی ہو، اُس کی سپورٹ بھی ہورہی ہو، سب کام چل رہے ہوں، اُسے غلبے کی بھی اُمید ہو، مغلوب نہیں ہوئے وہ کُلّی طور پر، لیکن پھر بھی وہ اِس طرح سے دست کش ہوجائے اور وجہ اُس کی انہوں نے یہ بتائی کہ یہ اُمتِ مرحومہ جو ہے جنابِ رسول اللہ ﷺ کی اُمت، یہ اپنے ہی خون میں خود بھر رہی ہے۔ عَاثَتْ بِدِمَائِهِمْ [1] یہی اُنہوں نے وجہ بتلائی اور پھر اُس مسلح تصادم کو ختم کرنے کا یہ راستہ نکالا کہ خود دست کش ہوگئے، حضرتِ معاویہؓ کو حکومت دے دی۔

تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''اِزالۃ الخفاء'' کے شروع میں ہی لکھا ہے کہ حکومت پر آنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جبرًا آ گیا حکومت پر، مُتَسَلِّطْ ہوگیا۔ تو تسلط سے بھی تو حکومت ہو ہی جاتی ہے قائم۔ اَب یہ کہ تسلط ہوجانے کے بعد پھر یہ کہا جائے کہ حکومت اُس کی نہیں ہے، یہ نہیں کہہ سکتا کوئی، یہ کہہ سکتے ہیں کہ دُرست طریقے سے وہ نہیں آئے۔

---

[1] بخاری شریف میں اِس طرح ہے ''عَاثَتْ فِیْ دِمَائِهَا'' ص ۳۷۳

حکومت صحیح طریقہ سے آئے اور کام غلط کرے تو حکومت غلط، غلط طریقہ سے آئے اور کام صحیح کرے تو حکومت دُرست ہوگی :

اِس میں میں ایک مسئلہ ویسے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اِسلام یہ دیکھتا ہے کہ اگر وہ حکومت پر غلط طریقے سے بھی آجائے، بعد میں اُس نے کام صحیح کیے تو اُس کی حکومت صحیح ہے۔ اور اگر حکومت پر صحیح طریقے سے آیا اور کام غلط کیے، اِسلام کے خلاف کیے تو حکومت غلط ہے۔ تو اَب اِس لحاظ سے دیکھا جائے تو حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت پر جس طریقے سے آئے ہیں وہ تو ٹھیک نہیں تھا، لیکن بعد میں جو اُن کا کام رہا ہے، معاملہ رہا ہے وہ عین دین کے مطابق رہا ہے، وہ بالکل صحیح رہا ہے۔

حضرت معاویہؓ اور آپ ﷺ کی دُعا کا اثر :

تو اُس کے بارے میں یہاں حدیث شریف میں آتا ہے یہ کہ آقائے نامدار ﷺ نے ایک مرتبہ دُعا کی حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَاھْدِ بِہٖ خداوندِ کریم اِن کو تو ھَادِیْ ہدایت دینے والا مَھْدِی ہدایت پر قائم رکھ اور وَاھْدِ بِہٖ اور اِن کے ذریعے ہدایت پھیلا۔ تو حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کا پھر جو دَور رہا ہے اپنا وہ اِس اعتبار سے کہ وہ اِسلام کی خدمت کریں، جہاد کریں، عدل و اِنصاف ملحوظ رکھیں، عین اِسلام کے مطابق فیصلے ہوں اُن کے دَور میں، یہ چیز برابر رہی ہے تو یہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی دُعا کا اثر تھا۔

حکومت مل کے رہے گی :

ایک دفعہ حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے وہ حدیث یہاں تو نہیں ہے۔ اِزالۃ الخفاء میں ہے کہ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ مجھے حکومت ضرور ملے گی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ میرے لیے دُعا فرمائی، دُعا یہ تھی اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ خداوندِ کریم اِسے اپنی کتاب کا یعنی قرآنِ پاک کا علم عطا فرما اور مَکِّنْ لَہٗ فِی الْبِلَادِ شہروں میں اِن کو مقام بخش دے مضبوط یعنی قبضہ اِن کا جمادے شہروں پر وَقِہِ الْعَذَابَ اور اِنہیں عذاب سے بچائے رکھ۔

حضرتؓ کا لطیف اِستنباط، علماء پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے :

تو اَب آپ کو میں ویسے ہی کہتا ہوں کہ ایک عام آدمی اور ایک عالم کوئی کام کر رہا ہو تو اُس میں فرق بڑا ہوتا ہے، وہ گرفت میں نہیں آتا عالم جو ہے اُس کے ذہن میں کوئی نہ کوئی توجیہ ہوتی ہے، وجہ ہوتی ہے، وہ گرفت سے بچ جاتا ہے۔ تو حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو بھی کچھ کیا اُس میں توجیہ ضرور تھی اُن کے سامنے، اُس میں وہ گرفت سے بچے رہے اور عام آدمی جو کرتا ہے وہ جانتا ہی نہیں کہ اِس میں اِس وقت یہ نیت کی جائے تو یہ حکم ہو جاتا ہے وہ نہیں جانتا، لہٰذا وہ اِس طرح کی چیزوں میں گرفت سے بچ نہیں سکتا مگر عالم جو ہوگا جاننے والا جو ہوگا وہ بچ جاتا ہے۔ اِسی طرح جیسے کہ قانونی گرفت سے کوئی وکیل بچ جائے، وہ جانتا ہے کہ یہ کروں گا تو گرفت میں نہیں آؤں گا اور یوں کروں گا تو گرفت میں آجاؤں گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے لیے یہ دُعا فرمائی (کہ اِن کو عذاب سے بچا) تو یہ اُس کے اَثرات تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِن حضرات کا آخرت میں ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء ......